سوال

(36) نمازِجنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نمازِجنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1... ''صحیح بخاری'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

'لَا صَلَاةَ لِمَن لَم یَقرَأ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ' صحیح البخاری، باب وُجُوبِ القِرَاءَةِ لِلاِمَامِ وَالمَامُومِ فِی الصَّلَوٰةِ کُلِّهَا...الخ، (رقم:۷۵۶)، صحیح مسلم:۳۹۴)

''جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔''

وجہِ استدلال یہ ہے کہ حدیث ہذا عموم کے اعتبار سے نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے، اس لیے کہ نبیﷺ نے اس کا نام بھی نماز رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

'مَن صَلّٰی عَلَی الجَنَازَةِ' نیز فرمایا: 'صَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُم' اور دوسری روایت میں ہے: 'صَلُّوا عَلَی النَّجَاشِی' امام بخاری رحمہ اللہ اپنی 'صحیح' کے (ترجمۃ الباب) میں رقمطراز ہیں: 'سَمَّاهَا صَلَاةً لَیسَ فِیهَا رُکُوعٌ، وَلَا سُجُودٌ'

یعنی نمازِجنازہ میں رکوع اور سجود نہ ہونے کے باوجود اللہ کے رسولﷺ نے اس کا نام نماز رکھا ہے۔

2... ''صحیح بخاری'' میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

'صَلَّیتُ خَلفَ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ عَلٰی جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ۔ قَالَ: لِتَعلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ' (صحیح البخاری، باب قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الکِتَابِ عَلَی الجَنَازَةِ، رقم:۱۳۳۵)

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازِجنازہ پڑھی تو انھوں نے ''سورہ فاتحہ'' کی تلاوت کی۔ فرمایا، یہ اس لیے کیا ہے تاکہ تمھیں اس کے سنت ہونے کا علم ہوجائے۔''

صحابہ کا کسی فعل کو 'مِنَ السُّنَّةِ' کہنا اکثر علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ 'کتاب الام'' میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب

کسی فعل کو سنت کہتے ہیں، تو اس سے آپ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے۔ ''فتح الباري'' (۲۰۴/۳) میں ہے : 'وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَى اَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِي سُنَّةٌ'

حدیث مسند ہے علمائے حنفیہ نے بھی متعدد فروع اسی اصل پر قائم کی ہیں مثلاً: ہدایہ میں ہے ''اور جب میت کی چارپائی اٹھائیں تو اس کے چارپائے پکڑ کر اٹھائیں۔ اس کے ساتھ سنت وارد ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت طریقہ یہ ہے کہ چارپائی کو دو شخص اٹھائیں۔ اگلا شخص اپنی گردن پر رکھے اور پچھلا اپنے سینہ پر۔ شارح ہدایہ ابن الہمام رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام شافعی کا یہ قول سنت کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

'مَنِ اتَّبَعَ الجَنَازَةَ فَلْيَأْخُذْ بِجَوَانِبِ السَّرِيرِ كُلِّهَا فَإِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ' (سنن ابن ماجه، بَابُ مَا جَاءَ فِي شُهُودِ الْجَنَائِزِ، رقم: ۱۴۷۸)

'جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ باری باری اس کے سب جوانب سے پکڑ کر اٹھائے۔ بے شک یہ مسنون ہے۔''

لہٰذا اس سنت پر عمل ضروری ہے۔

3... ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے، کہ امام پہلے تکبیر کہے، پھر فاتحہ پڑھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''إِسنادہ صحیح'' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (۲۰۴/۳)

نیز صحیح بخاری کے (ترجمۃ الباب) میں حضرت حسن سے منقول ہے : 'يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ' (صحیح البخاري، بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الكِتَابِ عَلَى الجَنَازَةِ)

بچے کی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔

ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حسن بن علی، ابن زبیر اور مسور بن مخرمہ سے نماز جنازہ میں فاتحہ کی مشروعیت نقل کی ہے۔ نیز امام شافعی، امام احمد اور دیگر اہل علم نماز جنازہ میں فاتحہ اور ایک دیگر سورت کی قرأت کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں :

'سَأَلْتُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ صَحَابِيًا، فَقَالُوا: يَقْرَأُ' رواہ الاثرم حاشیہ موطا امام محمد

''میں نے اس کے بارے میں اٹھارہ صحابہ کرام سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ''فاتحہ'' پڑھی جائے۔''

دوسری طرف علمائے حنفیہ ہیں، جو نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام محمد ''الموطا'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

'وَبِهٰذَا نَاخُذُ لَاقِرَائَةَ عَلَى الجَنَازَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ' (موطا امام مالک، بَابُ: الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ، رقم: ۳۱۱)

نیز صاحبِ ''ہدایہ'' صفت نماز جنازہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'وَالبَدَاءَةُ بِالثَّنَاءِ، ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ لِاَنَّهَا سُنَّةُ الدُّعَاءِ۔'

یعنی پہلے ثناء اور پھر درود شریف پڑھے۔ کیونکہ دعا کا یہ مسنون طریقہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالحی حاشیہ موطا پر لکھتے ہیں :

''ہوسکتا ہے کہ اس سے کراہت کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ متأخرین میں سے اکثر حنفیہ نے تصریح کی ہے... اور لکھا ہے کہ اگر دعا کے طور پر ''سورۃ فاتحہ'' پڑھ لی جائے تو کچھ حرج نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام محمد کی مراد لزوم کی نفی ہو، اور وہ جواز قرأت کے قائل ہوں۔ چنانچہ ہمارے متأخرین علماء میں سے حسن شرنبلالی نے اس کو اختیار کیا ہے اور

انھوں نے اپنے رسالہ ''النظم المستطاب''میں اس کی خوب وضاحت کی ہے اور جو علماء کراہت کے قائل ہیں، ان کی تردید کی ہے، اور لکھا ہے :

'وَہٰذَا ہُوَالْاَوْلٰی لِثُبُوتِ ذٰلِکَ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ'

''اور یہی بات اولیٰ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ ''

مولانا عبدالحی نے ''التعلیق المجد''میں بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ حنفی مجددی بھی اپنے ''وصیت نامہ''میں اس بات کے قائل ہیں۔ فتاویٰ مفید الاحناف، ص:۲

امام طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اپنے مسلک کی حمایت کے لیے احادیث قرأت کی تاویل کو ضروری خیال کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

'مَنْ قَرَأَہَا مِنَ الصَّحَابَةِ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُونَ عَلٰی وَجْہِ الدُّعَاءِ، لَا التِّلَاوَةِ۔'

''ممکن ہے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضی اللہ عنہم نے جنازے میں سورۂ فاتحہ پڑھی انھوں نے تلاوت وقرأت کی بجائے بطورِ دعا پڑھی ہو۔ ''

حالانکہ اس تاویل کی تردید کے لیے یہی کافی ہے، کہ احادیث میں تو ''فاتحہ الکتاب''کی قرأت کے ساتھ ایک سورت کا بھی ذکر ہے، جس میں علی وجہ الدعا والی تاویل ممکن نہیں، اور پھر یہ محض دعویٰ ہے، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'وَہٰذَا بَاطِلٌ لِاَنَّہُمْ ثَبَتَ عَنْہُمُ الْاَمْرُ بِالْقِرَائَةِ وَاِنَّہَا سُنَّتُہَا فَقَوْلُ مَنْ قَالَ : لَعَلَّہُمْ قَرَءُوہَا دُعَائًا کَذِبٌ بَحْتٌ۔'

یعنی ''بطورِدعا والا نظریہ باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضی اللہ عنہم سے قرأت کا حکم ثابت ہے اور یہ نمازِ جنازہ میں مسنون ہے۔ پس جن لوگوں نے کہا ہے، کہ ممکن ہے انھوں نے فاتحہ کو بطورِ دعا پڑھا ہو سفید جھوٹ ہے۔ ''

ان اصحابِ قیاس پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو نمازِ جنازہ کو نماز کہتے ہیں، اس میں تکبیر، استقبالِ قبلہ، امامتِ رجال، طہارت، سلام واجب قرار دیتے ہیں، اور پھر قرأت کو ساقط کرتے ہیں۔

حالانکہ حدیث

'لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ' (صحیح البخاری، باب وُجُوبِ الْقِرَائَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُومِ فِی الصَّلٰوةِ کُلِّہَا ...الخ، رقم:۷۵۶)، (صحیح مسلم:۳۹۴)اپنے عموم کے اعتبار سے نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا سابقہ دلائل کے بعد ان بے اصل تاویلات کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں۔ اب جنازے میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا جائز کی بجائے واجب ماننا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پھر یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سُبْحَانَکَ اللّٰہُمَّ پڑھنا مسنون ہے۔ حالانکہ جنازے میں اس کا اصلاً ثبوت ہی نہیں ہے (جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے) اور قرأت کی نفی کرتے ہیں جو کہ احادیث وآثار سے ثابت ہے۔ (کتاب احکام جنائز)

لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے صحیح طُرق سے صرفِ نظر کرکے محض ضعیف طریق پر اعتماد کربیٹھنا سراسر بے انصافی اور مسلک پروری ہے۔ امید ہے راہِ حق کے متلاشی کے لیے یہ چند دلائل کافی ہوں گے۔ (والتوفیق بید اللہ)

نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ کی قراءت پر اعتراضات کا جائزہ

ماہنامہ ''محدث'' اور ہفت روزہ ''الاعتصام'' مؤرخہ ۱۵ دسمبر ۲۰۰۰ء میں جنازہ کے بعد مروّجہ دعا کے سلسلہ میں حنفی، بریلوی فتویٰ کے تعاقب میں میرا ایک فتویٰ شائع ہوا۔ اس میں ضمناً جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی قراء ت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اس پر اسلام آباد سے محترم ابوبکر صدیق صاحب بایں الفاظ معترض ہیں :

''بخاری میں اس سلسلہ کی کوئی مسند روایت کہاں ہے ؟ اس بات کے ضعف کا آپ کو اندازہ تھا، اس لئے گول مول الفاظ استعمال کرکے قارئین کو یہ تاثر دیا گیا گویا بخاری میں کوئی مرفوع حدیث اس سلسلہ میں موجود ہے۔ اگر اس باب میں مرفوع حدیث ہوتی تو بحوالہ ابن حجر رحمہ اللہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ قراء تِ فاتحہ کیوں نہ کرتے ؟''

قارئین کرام! اس وقت بنیادی طور پر اس بات کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ کیا نمازِ جنازہ میں قراءۃ فاتحہ ثابت ہے یا نہیں ؟

(۱) پہلے صحیح بخاری میں باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ کے تحت مشارٌ الیہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''انہوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، جس میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا (میں نے فاتحہ اس لئے پڑھی ہے) تاکہ تم جان لو کہ جنازہ میں سورہء فاتحہ پڑھنا سنت ہے'' (صحیح البخاری، الجنائز، باب قِراءۃِ فاتحۃِ الکتابِ عَلَی الجَنَازَۃ، رقم: ۱۳۳۵)

اور حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ میں الحمد جہر سے پڑھی، پھر فرمایا : میں نے جہر سے اس لئے پڑھا ہے تاکہ تم لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ جنازہ میں الحمد پڑھنا سنت ہے۔'' (مستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتابُ الجَنَائِز، رقم: ۱۳۲۳)

(۲) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ نمازی سورۂ فاتحہ پڑھے اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے، پھر میت کے واسطے اِخلاص کے ساتھ دعا کرے اور قراء ت صرف ایک ہی مرتبہ کرے، پھر سلام پھیرے۔ ملاحظہ ہو کتاب فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ اور المنتقی ابن جارود۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی صحیحین کے روای ہے : کذافی النیل۔

(۳) امام عبدالرزاق اور نسائی ; نے حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ''نمازِ جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر میت کے لئے اِخلاص کے ساتھ دعا کرے اور قراء ت صرف پہلی تکبیر میں کرے''۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ إسنادہ صحیح ''اس کی سند صحیح ہے''۔ (مصنف عبدالرزاق، بابُ القِراءۃِ وَالدُّعاءِ فِی الصَّلاۃِ عَلَی المَیِّتِ، رقم: ۶۴۲۸)، (سنن النسائی، الدّعائُ، رقم: ۱۹۸۹)

(۴) سنن ترمذی میں مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پڑھایا تو فاتحہ پڑھی۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا : ''إِنَّہُ مِنَ السُّنَّۃِ اَوْمِنْ تَمامِ السُّنَّۃِ'' کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ سنت ہے، یا اس سے سنت کی تکمیل ہوتی ہے۔'' (سنن الترمذی، بابُ ما جاءَ فِی القِرَاءۃِ عَلَی الجَنَازَۃِ بِفاتِحۃِ الکِتابِ، رقم: ۱۰۲۷، مصنف عبدالرزاق، بابُ القِراءۃِ وَالدُّعاءِ فِی الصَّلاۃِ عَلَی المَیِّتِ، رقم: ۶۴۲۷)

پھر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جنازہ کو نماز سے موسوم کیا گیا ہے جس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کے یہ فرامین ہیں : 'مَن صَلّٰی عَلَی الجَنَازَۃ ...، صَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُم، صَلُّوا عَلَی النَّجَاشی'

اِمام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز کہا ہے حالانکہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، اس میں کلام نہ کرے اور اس میں تکبیر اور تسلیم ہے۔''

پھر یاد رہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث

لَا صَلاۃَ لِمَن لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الکِتَاب کا عموم نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے۔

اس بحث میں جو اہم شے قابل التفات ہے، وہ یہ ہے کہ صحابی کا کسی فعل یا عمل کو سنت قرار دینے سے کیا وہ واقعی سنت ِنبوی قرار پائے گا؟ اس سے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں :

'وَاَصْحَابُ النَّبِیِّ لَایَقُوْلُوْنَ بِالسُّنَّةِ وَالْحَقِّ اِلَّا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔'

''نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت اور حق کا اطلاق صرف سنت رسول ﷺ کے لیے ہی کرتے تھے ''

اورامام نووی رحمہ اللہ نے المجموع (۵ ۲۲۴) میں اسی کو صحیح مذہب قرار دیا اور کہا ہے کہ اصول میں ہمارے اصحاب میں سے جمہور علماء اور دیگر اُصولی اور محدثین اسی بات کے قائل ہیں۔

محقق علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ حنفی نے التحریر میں اسی بات کو قطعی قرار دیا ہے ۔ اس کے شارح ابن امیر حاج کہتے ہیں : ہمارے متقدمین اصحاب کا یہی قول ہے ۔ صاحب ِ میزان، رافع اور جمہور محدثین نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ (۲ ۲۲۴)

پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اثباتِ سنت کے باوجود حنفیہ کا اس صحیح حدیث پر عمل نہیں حالانکہ ان کے اصول کے مطابق ہے ۔ موطا امام محمد میں ہے : لَاقِرَاءَةَ عَلَی الْجَنَازَةِ وَهُوَقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ جنازہ میں عدم قراء ت ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے ۔ متاخرین حنفیہ نے جب بنظر غائر اسی کو صحیح پایا اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنے مسلک کو مرجوح دیکھا تو اس کی تاویل انہوں نے اس طرح کی کہ فاتحہ کی قراء ت کا جواز تو ہے بشرطیکہ نمازی دعا اور ثنا کی نیت کرے ۔ یہ محض اس زعم کی بنا پر ہے کہ حدیث اور قولِ امام میں تطبیق ہوسکے ۔ گویا کہ امام صاحب کا قول دوسری ایک حدیث ہے حالانکہ یہ شرط (تاویل) فی نفسہ باطل ہے ۔ جب ایک حدیث ثابت ہے تو پھر عمل اسی پر ہونا چاہیئے ۔

دوسری عجیب بات یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اولیٰ کے بعد نمازِ جنازہ میں ثنا پڑھنا جنازہ کی سنتوں میں شمار ہوتا ہے حالانکہ سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جو شے ثابت ہے ، احناف اس کا انکار کرتے ہیں اور جو ثابت نہیں ، اس کے اثبات کی ناکام سعی کرتے ہیں تِلْتَ اِذًاقِسْمَةً ضِیْزٰی! علامہ ابن ہمام فتح القدیر (۱ ۴۵۹) میں لکھتے ہیں کہ

''جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھی جائے اِلا یہ کہ ثنا کی نیت ہو، قراء ت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ۔ ''

عجب تضاد ہے ، خود ہی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صحابی کا قولِ ''سنت'' مسند مرفوع کے حکم میں ہے جس کا نبی رضی اللہ عنہ تک اتصال ہوتا ہے جیسا کہ ابھی گزرا ہے پھر خود ہی اس قاعدہ کو مقامِ بحث میں ترک کردیا ہے ۔

نیز ہدایہ میں ہے کہ میت کی چارپائی اُٹھاتے ہوئے چاروں اَطراف سے پکڑا جائے ۔ سنت میں اسی طرح آیا ہے ۔ علامہ ابن ہمام نے اس پر دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جو جنازہ کے پیچھے لگا ، اسے چاہئے کہ سب طرفوں سے پکڑے : فَاِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ، فَوَجَبَ الْحُکْمُ بِاَنَّ هٰذَا هُوَالسُّنَّةِ ''سنت طریقہ یہی ہے ۔ (سنن ابن ماجہ، بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شُهُوْدِ الْجَنَائِزِ، رقم: ۱۴۷۸)، (السنن الکبریٰ للبیهقی، بَابُ مَنْ حَمَلَ الْجَنَازَةَ فَدَارَ عَلٰی جَوَانِبِهَا الْاَرْبَعَةِ، رقم: ۶۸۳۴)

یعنی اس طریقہ کار کو اختیار کرنا ہی سنت ہے ۔

غور فرمائیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول من السنۃ کو یہاں مرفوع کے حکم میں قرار دیا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول اِنَّهَا سُنَّةٌ سے عدم اعتناء کا مظاہرہ کیا ہے ۔ اسے مذہبی تعصب کے علاوہ اور کیانام دیا جاسکتا ہے ؟ جبکہ اثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ منقطع ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر صحیح بخاری وغیرہ میں ۔

محترم! اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اتنے بڑے محقق کی بات پر تعجب کا اظہار نہ کیا جائے تو اور کیا کیا جائے ؟ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ قلم سے بعض سخت جملے صادر ہوئے ۔ عَافَانِیْ اللّٰهُ ۔ لیکن بنظر انصاف حقائق تک رسائی حاصل کرنا سب کا فرض ہے ۔ حنفی علماء میں علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کافی حد تک انصاف پسند گزرے ہیں ۔ ''عمدۃ الرعایہ'' (۱ ۲۵۳) میں انہوں نے جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کے مسلک کو دلیل کے اعتبار سے قوی قرار دیا ہے اور ''موطاَ امام محمد'' کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں کہ :

''فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔''

بلکہ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ متاخرین علماءِ احناف نے جو جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے تو علامہ حسن الشرن بلالی نے اس کی تردید میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے:

'اَلنَّظْمُ الْمُسْتَطَابُ بِحُکْمِ الْقِرَائَةِ فِی صَلَاةِ الْجَنَازَةِ بِاُمِّ الْکِتَابِ۔' (التعلیق المجد: ص:۱۶۵)

اور جن علماءِ احناف نے فاتحہ پڑھنے کی تاویل یوں کی ہے کہ بطورِ ثنا فاتحہ پڑھی جائے، ان کی تردید میں مولانا لکھنوی فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کی تاویلات کا دروازہ کھول دیا جائے تو بہت سی مسنون قراء ات بھی ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ پھر یہ دعویٰ فی نفسہ باطل ہے کیونکہ نیت کا تعلق تو باطن سے ہے جس پر نیت کرنے والے کے بتلائے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں۔ (غیث الغمام: ص:۳۱۸)

دوسری طرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ بلاشبہ جلیل القدر صحابہ ہیں۔ لیکن مسند روایات کے مقابلہ میں ان کے اَقوال کو اختیار کرنا دن کی روشنی میں چراغ جلانے کے مترادف ہے۔ ویسے بھی صحابہ کرام کئی طرح سے عنداللہ معذور ہیں لیکن واضح دلائل ثابت ہونے کے بعد ہمارے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن پر فقہ حنفی کا انحصار ہے، وہ بھی جنازہ میں سورہ ء فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ ان کے قول پر تو عمل نہیں کرتے دوسری طرف احناف حضرت ابوہریرہ کو تو غیر فقیہ قرار دیتے ہیں (جیسا کہ نورالانوار میں ہے) اس کے باوجود جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کے سلسلہ میں ان کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کا ''غیر فقیہ'' ہونا انہیں نظر نہیں آتا۔ احناف کے ہاں ان دو صحابہ کی اگر اتنی ہی عظمت ہوتی جتنی ظاہر کر رہے ہیں تو وہ انکی روایات کو کبھی ردّ نہ کرتے حالانکہ واقعات اس کے خلاف ہیں۔ حدیث المصراة، حدیث التسبیع اور احادیث رفع الیدین وغیرہ اس امر کے واضح شواہد ہیں۔

احناف کی نمازِ جنازہ کو ''جھٹکا'' سے تعبیر کرنا اگرچہ کسی حد تک سخت جملہ ہے لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ نمازِ جنازہ میں یہ طرزِ عمل جہاں خلافِ سنت ہے وہاں میت سے عدم اعتنائی کا مظہر بھی ہے۔

اب آخری بات یہ ہے کہ میرا تعاقب چونکہ ایک خاص مکتبِ فکر کے حاملین سے متعلق تھا۔ ظاہر ہے اس کے حقیقی مخاطب وہ لوگ ہیں جو اس بدعت کے موجد ہیں نہ کہ جملہ اَحناف، اگرچہ فقہی مسلک میں دیوبندی اور بریلوی سب متفق ہیں۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ یہ چند گزارشات آپ کی تشفی کے لئے کافی ہوں گی۔ اللہ رب العزت ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

### نمازِ جنازہ میں دیگر دعاؤں کے علاوہ ''سورۃ فاتحہ'' پڑھنے یا نہ پڑھنے کے دلائل کا جائزہ:

1... ''صحیح بخاری'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ۔' (صحیح البخاری، بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِی الصَّلَوَاتِ کُلِّهَا، ...الخ، رقم:۷۵۶)

''جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث ہذا عموم کے اعتبار سے نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس کا نام بھی نماز رکھا ہے۔ چناں چہ فرمایا:

'مَنْ صَلّٰی عَلَی الْجَنَازَةِ۔' نیز فرمایا 'صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ۔' اور دوسری روایت میں ہے: 'صَلُّوْا عَلَی النَّجَاشِیْ۔' امام بخاری رحمہ اللہ اپنی ''صحیح'' کے ترجمۃ الباب میں رقم طراز ہیں: 'سَمَّاهَا

'صَلَاةً لَیسَ فِیهَا رَکُوعٌ وَلَا سُجُودٌ۔'

''نمازجنازہ میں رکوع اور سجود نہ ہونے کے باوجوداللہ کے رسول ﷺ نے اس کانام نمازرکھا ہے۔''

2...''صحیح بخاری''میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :

'صَلَّیتُ خَلفَ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہ عَنہُمَا عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ قَالَ : لِیَعلَمُوا أَنَّہَا سُنَّةٌ۔' ( صحیح البخاری ، باب قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الکِتَابِ عَلَی الجَنَازَةِ ، رقم :١٣٣٥)

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازجنازہ پڑھی توانھوں نے ''سورۃ فاتحہ''کی تلاوت کی۔فرمایا یہ اس لیے کہ تمھیں اس کے سنت ہونے کا علم ہوجائے۔''

صحابہ کا کسی فعل کو 'من السنۃ' کہنا اکثر علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ 'کتاب الام''میں لکھتے ہیں ''آنحضرت کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی فعل کو سنت کہتے ہیں تو اس سے آپ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے۔''

''فتح الباری''(٢٠٤/٣)میں ہے :

'وَقَد أَجمَعُوا عَلٰی أَنَّ قَولَ الصَّحَابِیِّ سُنَّةٌ حَدِیثٌ مُسنَدٌ۔'

علمائے حنفیہ نے بھی متعدد فروع اسی اصل پر قائم کی ہیں مثلاً : ہدایہ میں ہے ''اور جب میت کی سریر اٹھائیں تو اس کے چارپائے پکڑکر اٹھائیں اس کے ساتھ سنت وارد ہے۔''
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سنت

طریقہ یہ ہے کہ سریر کو دو شخص اٹھائیں۔اگلا شخص اپنی گردن پر رکھے اور پچھلا اپنے سینہ پر۔

شارح ''ہدایہ ابن الہمام''، امام شافعی رحمہ اللہ پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں : امام شافعی کا یہ قول سنت کے خلاف ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

'مَنِ اتَّبَعَ الجَنَازَةَ فَلیَأخُذ بِجَوَانِبِ السَّرِیرِ کُلِّہَا فَإِنَّہُ مِنَ السُّنَّةِ' (البنایۃ شرح الہدایۃ : ٢٤١/٣)

''جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ باری باری اس کے سب جوانب سے پکڑکر اٹھائے بے شک یہ مسنون ہے۔''لہٰذا اس سنت پر عمل ضروری ہے۔

3...ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے نمازجنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلے تکبیر کہے پھر فاتحہ پڑھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : 'إِسنَادُہٗ صَحِیحٌ' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(٢٠٤/٣)

نیز ''صحیح بخاری'' کے ترجمۃ الباب میں حضرت حسن سے منقول ہے :

'یَقرَأُ عَلَی الطِّفلِ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ۔'

''بچے کی نمازجنازہ میں ''سورۃ فاتحہ''پڑھی جائے۔''

ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حسن بن علی، ابن زبیر اور مسور بن مخرمہ سے نماز جنازہ میں فاتحہ کی مشروعیت نقل کی ہے۔نیز امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور دیگراہل علم نمازِجنازہ میں فاتحہ اور ایک سورہ کی قراء ت کی مشروعیت کے قائل ہیں۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں :

'سَأَلْتُ ثَمَانِيَۃَ عَشَرَ صَحَابِیًا فَقَالُوا : یَقْرَأُ' رواہ الاثرم حاشیہ موطا امام محمد

''میں نے اس کے بارے میں اٹھارہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا فاتحہ پڑھی جائے۔''

دوسری طرف علمائے حنفیہ ہیں جو نماز جنازہ میں قراءت کے قائل نہیں ہیں۔ چناں چہ امام محمد ''الموطأ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

'وَبِہٰذَا نَأْخُذُ لَا قِرَائَۃَ عَلَی الْجَنَازَۃِ وَہُوَ قَوْلُ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔'

نیز صاحب ''ہدایہ'' صفت نماز جنازہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'وَالْبِدَایَۃُ بِالثَّنَاءِ ثُمَّ بِالصَّلَاۃِ لِاَنَّہَا سُنَّۃُ الدُّعَاءِ۔'

یعنی ''پہلے ثناء اور پھر درود شریف پڑھے۔ کیوں کہ دعاء کا یہ مسنون طریقہ ہے۔''

امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے، مولانا عبدالحی ''حاشیہ موطأ'' پر لکھتے ہیں :

''ہوسکتا ہے کہ اس سے کراہت کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ متاخرین میں سے اکثر حنفیہ نے تصریح کی ہے''

اور لکھا ہے کہ ''اگر دعاء کے طور پر ''سورۃ فاتحہ'' پڑھ لی جائے تو کچھ حرج نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے امام محمد کی مراد لزوم کی نفی ہو اور وہ جواز قراءت کے قائل ہوں۔''

چناں چہ ہمارے متاخرین علماء میں سے حسن شر نبلالی نے اس کو اختیار کیا ہے اور انھوں نے اپنے رسالہ ''النظم المستطاب'' میں اس کی خوب وضاحت کی ہے اور جو علماء کراہت کے قائل ہیں ان کی تردید کی ہے اور لکھا ہے : 'وَہٰذَا ہُوَ الْاَوْلٰی لِثُبُوْتِ ذٰلِکَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔'

''اور یہی بات اولیٰ ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہے۔''

مولانا عبدالحی نے ''التعلیق المجد'' میں بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ حنفی مجددی بھی اپنے وصیت نامہ میں اس بات کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ مفید الاحناف، ص :۲)

امام طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اپنے مسلک کی حمایت کے لیے احادیث قراءت کی تاویل کو ضروری خیال کیا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں :

'مَنْ قَرَأَہَا مِنَ الصَّحَابَۃِ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ عَلٰی وَجْہِ الدُّعَاءِ لَا التِّلَاوَۃِ'

''ممکن ہے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنازے میں ''سورۂ فاتحہ'' پڑھی انھوں نے تلاوت وقراءت کی بجائے بطورِ دعا پڑھی ہو۔''

حالاں کہ اس تاویل کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ احادیث میں تو 'فاتحہ الکتاب' کی قراءت کے ساتھ ایک سورت کا بھی ذکر ہے جس میں علی وجہ الدعاء والی تاویل ممکن نہیں، اور پھر یہ محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ چناں چہ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

'وَہٰذَا بَاطِلٌ لِاَنَّہُمْ ثَبَتَ عَنْہُمُ الْاَمْرُ بِالْقِرَائَۃِ وَاَنَّہَا سُنَّتُہَا فَقَوْلُ مَنْ قَالَ : لَعَلَّہُمْ قَرَءُوْہَا دُعَاءً کَذِبٌ بَحْتٌ۔'

یعنی ''بطور دعاء والا نظریہ باطل ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قراءت کا حکم ثابت ہے اور یہ نماز جنازہ میں مسنون ہے۔ پس جن لوگوں نے کہا ہے کہ ممکن ہے انھوں

نے فاتحہ کو بطور دعا پڑھا ہو سفید جھوٹ ہے۔''

ان اصحابِ قیاس پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو نمازِ جنازہ کو نماز کہتے ہیں اس میں تکبیر، استقبال قبلہ، امامت الرجال، طہارت، سلام واجب قرار دیتے ہیں اور پھر قراء ت کو ساقط کرتے ہیں۔ حالاں کہ حدیث

'لَاصَلَاۃَ لِمَن لَم یَقرَأ بِفَاتِحَۃِ الکِتَابِ۔' (صحیح البخاری، بَابُ وُجُوبِ القِرَاءَ ۃِ لِلإِمَامِ وَالمَأمُومِ فِی الصَّلَوَاتِ کُلِّهَا، ...الخ، رقم:۷۵۶) اپنے عموم کے اعتبار سے نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے۔

لہٰذا سابقہ دلائل کے بعد ان بے اصل تاویلات کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں۔ اب جنازے میں ''سورۃ الفاتحہ'' کا پڑھنا جائز کی بجائے واجب ماننا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پھر یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سُبحٰنَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا مسنون ہے۔ حالاں کہ جنازے میں اس کا اصلاً ثبوت نہیں ہے (جیسا کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے تصریح کی ہے) اور قراء ت کی نفی کرتے ہیں جو کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ (کتاب احکام جنائز)

لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے صحیح طرق سے صرف نظر کرکے محض ضعیف طریق پر اعتماد کر بیٹھنا سراسر بے انصافی اور دھونس ہے۔ امید ہے راہِ حق کے متلاشی کے لیے یہ چند دلائل کافی ہوں گے۔ والتوفیق بید اللہ (۱۶ جنوری ۲۰۰۹ء)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

# فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

## جلد:3،کتاب الجنائز:صفحہ:98

### محدث فتویٰ